میدانِ عرفات میں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح کا خطاب

یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء بروز شنبہ

از:۔ اسرار الحق۔ ڈھری حسن آباد۔ راولپنڈی

بزرگوار دوستو! اللہ جل جلالہ دعم نوالہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آنے کے قابل نہیں تھے۔ کیونکہ ہم میں بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں اس پاک میدان میں بلایا۔ جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرمؐ تک تمام انبیاء کو بلا کر حج نصیب کرایا۔ جس جگہ ہزاروں، لاکھوں انبیاء و رسل کا پسینہ گرا اور آنسو گرے اور ان کے انوار اب تک اس سرزمین میں موجود ہیں اس کی ذات سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلا کر ان کے آنسوؤں ذکر و استغفار، تلبیہ، چیخ و پکار کی نسبت سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مغفرت نصیب فرمائے گا۔ یہیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ رکھنی چاہیئے کہ ضرور ہماری مغفرت ہو گی یہیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی توجہ قبول فرمائی اور ملاقات بھی اسی میدان میں کروائی اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی معرفت سے ایک قطرہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضور اکرمؐ نے اس میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ فلیبلغ الشاھد الغائبہ یعنی ہر شخص یہاں سے مبلغ بن کر جائے۔ اس سے پہلے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ کون سے مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دن نہیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک ہے پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابل احترام ہیں۔ متنبہ ہو جاؤ کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال کا ایک ایک پیسہ ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے۔ خواہ دنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں۔

بھائیو! یہ زمین جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچایا یا سارے انبیاء کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ جیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہو گا اسی قدر اس کی دعا میں قوت ہو گی۔ پہلے سب انبیاءؑ سے یقینوں کے بدلنے کی اور اللہ جیسے ہیں ان کی ذات کو پہچاننے کے لئے اور اللہ سے لینے کے لئے عبادات پر محنت کروائی پھر ان کی دعاؤں کی طاقت ان کے علاقے میں دکھلائی نوحؑ کی دعا پر پوری قوم کو غرق کر دیا۔ اسی طرح سارے نبیوں سے محنت کرا کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقہ میں ظاہر کیا اپنے اپنے علاقہ میں محنت کر کے علاقہ کی ترتیب کو بدلوا کر سارے انبیاء کرام بیت اللہ پر پہنچا کرتے تھے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے کام کو محنت سے کر کے اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے، ہچکیوں سے روتے پیٹتے بھکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے پھر میدان عرفات میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سارے انبیاء علیہ السلام کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا میدان قائم کیا اور سارے صحابہ کو انبیاء کے طریقہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر اٹھایا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی حاجتوں کو پورا کرا لینا سکھایا۔ صحابہ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضر، موت کے علاقہ میں صحابہؓ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آ رہی تھی۔ صحابہؓ پڑاؤ کرنے کے لئے ایک میدان میں رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے موت پہلے ہی سامنے تھی۔ اب جانور بھی بھاگ گئے۔ پہلے ایک ہی موت تھی۔ اب دو موتیں نظر آنے لگیں ان کے امیر حضرت علی حضرمیؓ نے کہا کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اللہ کی مدد میں حق نہیں ہیں؟ سب نے کہا ہیں۔ انہوں نے کہا پھر تیمم کرو اور اللہ سے دعا مانگو۔ چنانچہ فجر کی نماز تیمم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی نہیں نکل آیا۔ فرطِ خوشی سے ان کی زبان پر تھا کہ یہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ خوشی میں پانی میں کود پڑے اور پھر دیکھا کہ جانور بھی چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لا رہا ہے۔

حضور اپنے صحابہ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسائل کو حل کرانا سکھا گئے تھے اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمت خلق اور اخلاص عمل کے ذریعہ ان کو دعا کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دعا ایک ایسی بنیاد ہے۔ کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو لیکن تم مالدار ہو یا مفلس، امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، بیمار ہو یا تندرست ہر صورت میں دعا کے ذریعہ سے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دعا کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرانا خوب سکھایا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے اسے جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دعا کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپ یہاں پہنچے تو آپؐ نے اور آپ کے صحابہ نے امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہر نبی کو ایک دعا ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے۔ اللہ وہ کر دیں گے یہ دعا اس نبی کی محنت کے بدلے میں دی جاتی تھی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم یا امت کے متعلق دعائیں یا بد دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کو قبول فرمایا۔ نبی کے ماننے والوں کو ان کی دعا نے چمکا دیا اور نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا۔ کہیں آسمان سے کھانے اتار دیئے اس طرح ان کی محنتوں والی دعائیں دنیا ہی میں نمٹ گئیں اور ختم ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دوسرے انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دعا محنت والی عطا فرمائی لیکن حضورؐ نے وہ دعا دنیا میں نہیں مانگی بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کے لئے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ سب نبی آ کر اپنی اپنی دعا کر گئے لیکن میں اپنی محنت والی دعا کو آخرت میں لے کر جا رہا ہوں۔ وہی "شفاعت" ہے۔ وہ میری محنت والی دعا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری امت جنت میں داخل نہیں ہو جائے گی میں راضی نہیں ہونگا

عام مسلمان تو کہتے تھے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ شفاعت والی آیت ہے لیکن اہل بیت کہتے تھے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعا نبی کی محنت پر قبول ہوتی ہے ایک دعا نبی کی نماز پر روزہ پر حج پر قبول ہوتی ہے۔ ایک امتی کی دعا بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے۔ جس ذات نے حج کو صحیح کیا اور قیامت تک کے لئے اس کو چالو کیا اور ایسا بڑھیا حج کیا کہ آدمؑ سے لے کر آج تک نہ ایسا بڑھیا حج ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگا تو اس ذات کی حج والی دعا کس قدر اونچی اور قبولیت والی ہو گی۔ آپ نے اپنی محنت والی دعا کو بھی آخرت میں امت کی ابدی زندگی کے لئے محفوظ فرما دیا نہ اپنے لئے کچھ مانگا نہ اپنے خاندان یا صحابہ کے لئے اسی طرح حج کی دعائیں بھی سوائے امت کے کسی اور کے لئے کچھ نہ مانگا۔ یہ نہ مانگا کہ حسینؓ قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت عثمانؓ شہید نہ کئے جائیں اور چین کی زندگی گذاریں بلکہ ان دونوں کو تو اس کی خبر دے گئے ساری امت کے لئے قربانی دیتے رہے۔ حضرت امام حسینؓ جس کے ہاتھوں قتل ہوئے، علیؓ قتل ہوئے، حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو بھی گئے اور ساری امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل کر کے پوری امت کی دعا مانگ گئے۔ خواہ کتنی تکالیف پہنچ جائیں ان کو برداشت کر لیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے بارے میں آپ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے حج والی دعا مانگی تو وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ آج دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کر کے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے۔ لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپ امت کے لئے کر گئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا دی حضرت عائشہ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہو گئیں اور کہا کہ یہ دعا مجھ کو بہت پسند آئی۔ حضور نے فرمایا اے عائشہؓ میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں حضور سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

فرمایا عائشہؓ۔ ایسی عائشہؓ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا جو روزانہ ہر نماز کے بعد، حج پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپ نے امت ہی کے لئے دعا مانگی آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ عرض کیا کہ پہلے نبی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ اب کوئی نبی آنے والا نہیں شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے۔ امت گرے گی تو گرتی چلی جائے گی۔ اب آپ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہت رونے اور گڑگڑانے پر امت کی مغفرت فرمادی سوائے ظالم کے کہ اس کو نہیں بخشوں گا۔ اب مزدلفہ تشریف لا کر ان ظالموں کے لئے بھی آپ روئے جو مسلمانوں کو ستائیں اور پریشان کریں اور اللہ سے دعا کی۔ آپ کو امت سے کس قدر تعلق تھا ہم تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپ کے سامنے ایک چور لایا گیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا۔ آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو تو اس کے ہاتھ کٹنے کا بہت رنج ہوا۔ اگر ایسا تھا تو آپ اس کا حکم نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بدترین امیر ہے جو حد کو جاری نہ کرے۔ تم اپنے بھائی کو میرے پاس تک لائے کیوں نہیں سمجھا بجھا کر توبہ کرا دیتے۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا۔ اب میرے ایک امتی کا ہاتھ تم سب کے سامنے کاٹا جا رہا ہے۔ اس پر مجھے کیوں رنج نہ ہو آپ اپنی امت کے چور تک کے لئے اس قدر شفیق ہیں اور تو یوں کہیں کہ کم بخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا اور سزا ملی لیکن آپ کے آنسو اس کے لئے جاری ہو گئے آج امت کے ہزاروں بے گناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک ایسا آنسو بھی نہیں نکلتا جیسے حضورؐ کے بے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر نکلے تھے۔ اس امت پر آپؐ کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش قربان کیا، لذتیں قربان کیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضور کے پاس آیا اور اس زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ گلا گھٹ گیا اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور آپ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں کوئی چادر کھینچتا ہے کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ آپ کے لئے کوئی اونچی جگہ بنوا دیں جہاں آپ تشریف رکھا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو چھوڑ دو انہیں دیہاتیوں کے ساتھ۔ آپ کو جیسی شفقت امت کے ساتھ تھی کسی دوست کو دوست کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے رو رو کر مزدلفہ میں ان کی بخشش کرائی عرض کیا کہ یا اللہ آپ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دیدیجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرما لیا۔ یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کر دے یہ بھی قبول ہو گئی پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بداعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ اب یہ ہو گا کہ مسلمان اللہ کے دین سے اللہ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے ان کا ضعف ہو گا اور ان کے دشمن ان کو کمزور پا کر ان پر دست درازی کریں گے اور ان کا خون ہو گا اور اسی میں ان کے عصیان کا کفارہ ہو جاتے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے جا رہے تھے اور مارے جا رہے تھے جب کسی خارجی کا سر کٹتا تو ایک صحابی کے صاحبزادے "فی النار" کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ حضور کا امتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیدیتے ہیں۔ حضور نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا وہ سب بھی امت پر لٹا دیا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلا کر دیکھنے کا جذبہ نہ ہوا جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت میں اپنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فجر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ گریہ وزاری سے نماز بھری ہوئی تھی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپ نے پردہ اٹھوایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب تھا کہ ہم فتنے میں پڑ جاتے اور اللہ کی طرف سے ہٹ کر حضور کی طرف ہو جاتے۔ امت کو نماز پڑھتا دیکھا اور پھر آپ نے پردہ گرا دیا۔ آخری وقت میں آپ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسامہ کو بلا کر کہا کہ اللہ کے رستے میں چلے جاؤ اور آخر وقت میں یہ الفاظ تھے۔

"الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم" اور اس کے بعد صرف "الصلوۃ الصلوۃ"

کے الفاظ تھے۔ انتقال کے بعد سینے پر کان لگائے تو بھی "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے۔ مجموعے پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے انتہائی پیارا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقام محمود اتارا جائے گا آواز آئے گی کہ بنی امی اس پر بیٹھیں۔ فرمایا مجھے ڈر ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے اس پر بٹھا کر جنت میں پہنچا دیں اور بعد میں میری امت کو دوزخ میں بھیج دیں تو میں زمین پر کھڑے ہو کر اور اس پر ہاتھ رکھ کر عرض کروں گا کہ اے اللہ پہلے میری امت کو جنت میں بھیجا جائے افسوس آج اس امت پر مر مٹنے والے ختم ہو گئے۔ اس امت پر رونے والے ختم ہو گئے۔ اس امت پر محنت کرنے والے ختم ہو گئے۔ اگرچہ اپنے گھر پر محنت کرنے والے بہت ہیں۔ اپنے گھر والوں پر رونے والے بہت ہیں باوجود مال ملک عمارات کے بھی یہ امت گھٹتی اور گرتی جا رہی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ اس پر محنت کرنے والے قربانی دینے والے آج ختم ہو گئے اللہ نے تم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ امت کی محنت کے لئے تم کھڑے ہوئے۔ تمہاری تھوڑی تھوڑی محنت سے نمازیں قائم ہوئیں۔ حج کے صحیح ہونے کی شکلیں پیدا ہوئیں اس کا شکر ادا کرو اور امت کا درد اپنے دل میں پیدا کرو۔ امت کے لئے آنسو بہاؤ، رو دؤ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔۔

امت پر محنت کرنے والا ہر سطح پر اپنے کو قصور وار قرار دے اور آئندہ کے لئے اور زیادہ کرنے کے فیصلے کرے۔ پچھلی پر روئے اور آگے کو صحیح چلنے کا پورا عزم کرے تو اگر بالکل بھی کرنے والا نہیں تو اس طرح دعا قبول ہو گی۔ جیسے کرنے والوں کی۔ جو محنت کرنے والے ہیں وہ اپنی محنت کی کوتاہیوں کی معافی مانگیں کہ ہم نے چل پھر کر جتنی محنت کرنی چاہیئے تھی نہ کی کہ امت کے اندر یقین اعمال، علم اور معاشرت درست ہو جائیں چاہیئے تو یہ تھا کہ اس راہ میں ہم اپنا پورا مال لٹا دیتے، جانیں جھونک دیتے جس طرح حضورؐ نے اپنا مال لٹایا اور اپنی جان جھونکی۔ حضور کے پاس بہت مال آیا لیکن سب امت پر لٹا دیا اور خود فاقے برداشت کئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آخر وقت میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرت کے پاس بہت مال آئے لیکن ہم پر لگا دیئے، کھانے آئے تو ہم کو کھلا دیئے۔ پھر ہم آپؐ کے دیئے ہوئے مال اور کپڑوں اور کھانوں میں سے جا کر آپ کو دیتے۔ حضورؐ کا فقر اختیاری تھا۔ اضطراری نہیں تھا۔ جو کچھ آتا امت پر لگا دیتے نہ اپنا مکان بنایا نہ کھانے پینے پر لگایا۔ حضورؐ کی محنت ہمیں قصور وار قرار دے گی کہ ہم اس طرح محنت نہ کر سکے۔ ہم یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں نے محنت نہیں کی اور وہ قصور وار نہیں۔

بلکہ ہم زیادہ قصور وار ہیں کہ ہم نے اس محنت کو کچھ کیا اور پھر سمجھا بھی، اس طرح نہ کر سکے جیسا اس کا حق تھا۔ ہم زیادہ قصور وار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔ کرنے والے پہلے کر گئے اس پر بہت استغفار اور رونا دھونا ہو کہ ہم اس کام کی شرائط پر بہت خام ہیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے پوری توفیق مانگی جائے کہ ہم اس قابل نہیں کہ حق ادا کر سکیں۔ ہمارا استحقاق نہیں مگر آپ اپنے کرم سے پچھلا قبول فرما لیں اور آگے کو زیادہ کرنے اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما دیں۔۔۔۔۔

پھر دعا مانگی جائے کہ حضور اور ان کے ساتھیوں کی طرح اللہ ہم کو محنت کی توفیق عطا فرمائے کہیں یہ ہماری محنتیں ملک و مال پر نہ پڑ جائیں بلکہ ہم دنیا میں سے اس کا کچھ بھی بدلہ نہ لینے والے بنیں اور سارے انعامات آخرت میں چاہیں۔ جنہوں نے سب سے زیادہ کیا وہ مال آنے پر بھی ویسے رہے۔ جیسے پہلے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ایک بیوہ عورت کی بکری کا جا کر دودھ روزانہ نکالا کرتے تھے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو عورت کی لڑکی نے کہا کہ اب آپ دودھ نہیں نکالا کریں گے حضرت ابوبکرؓ روئے اور فرمایا کہ امید ہے میں ایسا ہی رہوں گا جیسے پہلے تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اپاہج بڑھیا چھانٹی جس کا کوئی خبرگیر نہیں تھا۔ اس کے گھر آئے تو سب کام ہوا ہوا ملا۔ پھر آئے پھر کام ہوا ہوا تھا تیسرے دن بہت سویرے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اس کا پاخانہ صاف کیا، اس کو کھانا دیا، اس کا گھر صاف کیا۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا اے ابوبکر خدا کی قسم میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتا جیسے حضور کی زندگی میں تھے ویسے ہی دنیا سے گئے اور وہ کیا ایک پوری قوم ایسی تھی جس سے یہ مجاہدہ کرایا تھا کہ دنیا میں کچھ لینا نہیں صرف آخرت میں ملے گا۔ آج امت کو ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ ہم نہ ملک لیں نہ مال لیں نہ عزت چاہیں بس حضور کی امت کو مصیبت میں سے نکلوانے کے لئے محنت کریں، قربانی دیں اور قیامت کے دن حضورؐ سے جا کر کہیں۔۔۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو امت کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے اور امت چمک جائے جو تمہارے پاس ہے وہ لگا دو۔ کمائیاں چھڑانا مقصود نہیں کمائیاں کرتے رہو اور جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے اپنی جان اور مال امت کے اوپر لگاتے رہے۔

پہلے اپنے قصوروں کی معافی مانگو۔ پھر آئندہ کی توفیق اور امت کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کو امت کی ہدایت کو اللہ سے مانگو۔ گرد و غبار نے امت کی محبت کی چنگاریوں کو دبا رکھا ہے۔ اللہ سے مانگو کہ وہ اس غبار کو ہٹائے اور اس چنگاری کو بڑھائے۔ کفار بھی امت دعوت ہیں۔ ان کے لئے بھی دعائیں کرنی ہیں اگر اپنے مسلمان بھائیوں کی بے دینی کی وجہ سے ہم ان میں اب تک دعوت کا کام شروع نہیں کر سکے لیکن ہم پر ان کا بھی حق ہے ان کی ہدایت کی بھی دعا کرو۔ ساتھ ساتھ وہ کفار جو شریر ہیں اور شرارت کے نالے ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ ان کی تباہی کی دعائیں بھی مانگو۔

بقیہ: حضرت جی کی آخری تقریر

اس کے لیے حضورؐ نے مدنی صحابہؓ کی ایک ترتیب قائم فرمائی تھی جس کی وجہ سے تمہارا ہمارا وجود ہوا ہے۔ وہ ترتیب تھی سال میں چار ماہ عبادت کی محنت میں باہر نکل کر لگنا۔ باقی کا آدھا دن آدھی رات عبادت کی محنت میں مقام پر اور باقی آدھا وقت کھانے کمانے میں۔ ایک طبقہ جتنا کہ مدنی صحابہؓ کا تھا اس ترتیب پر آجائے۔

اس سے ادنیٰ ایک دفعہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخلے کی صورت یہ ہے کہ ایک دفعہ چار ماہ لگا لو پھر ہر سال چلہ لگاتے رہو۔ ہفتہ میں ایک رات اور دو گشت اور مہینہ میں تین یوم لگاتے رہو۔

انشاء اللہ یہ ترتیب محنت کسی نہ کسی دن اللہ کے رب ہونے کو دل میں اتار دے گی۔ نماز سے پلنے کا یقین پیدا کر دے گی۔ اور اس محنت پر دنیا میں تمہاری نسلیں چلینگی۔ صدیوں تک کے لیے۔ بس آج فیصلہ کر لو۔ ایک تم نے ہمارا چلہ لیا ہے کہ (ہندوستان سے آئے ہوئے) باونواں ۵۲ دن ہے آج۔ ایک تم چلہ دیتے ہو کہ رائے ونڈ میں انتالیس دن لگا کر ہی آ جاتے ہو۔

حیاتِ ناپائیدار کے آخری لمحات

دعوت و تبلیغ کے قائد و راہنما مولانا محمد یوسف برد اللہ مضجعہ، کی وفات ایسا المناک سانحہ ہے جس کی یاد مدتوں تازہ رہے گی اور ہزاروں دل اس المیہ سے ٹیس محسوس کرتے رہیں گے۔ یہ سانحہ یوں تو کوئی انوکھا سانحہ نہیں۔ اس دارالفنا میں ہر آنے والے کو بالآخر جانا ہے۔ لیکن بوجوہ اس واقعہ فاجعہ کی الم انگیزی زیادہ ہے ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حادثہ اس تیزی سے وقوع پذیر ہوا کہ سامنے دیکھنے کے باوجود اس کا یقین نہیں آرہا تھا۔ مولانا رحمۃ الرحمۃ کی علالت بھی اچانک ظاہر ہوئی اور انتقال بھی دفعۃً ہی ہوا۔ اس واقعہ کی جو جزئیات مشفق مکرم مولانا مفتی زین العابدین صاحب کی گفتگوؤں اور ان کی عطا فرمودہ ڈائری سے مل سکیں، اور جو گفتگوئیں چند دوسرے احباب سے ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

جی چاہتا ہے ہم مدینہ طیبہ میں رہیں

آخری آیام میں مولانا علیہ الرحمۃ ۲۷؍ذوالقعدہ (۲۱؍مارچ) آپ رائے ونڈ میں تھے۔ دوپہر کے وقت خاص احباب کے حلقے میں بیٹھے تھے فرمانے لگے "جی چاہتا ہے یہاں (پاکستان میں) بھی تبلیغی کام چل جاتا اور ہندوستان میں بھی اور ہم مدینہ طیبہ میں رہتے" رفقاء نے اس اظہار آرزو کو کوئی اہمیت نہ دی سفر جاری رہا، لاہور تشریف لے آئے اور حسب پروگرام اپنی مساعی میں مصروف ہو گئے۔

اب تو منزل طے ہو چکی

۲۸؍ذوالقعدہ (یکم اپریل جمعرات) کو کوئی سوا آٹھ بجے کا وقت ہے۔ بعض مخلص کارکن اصرار کر رہے تھے کہ مولانا اس وقت خطاب فرمائیں۔ حضرت مولانا مرحوم بہت تھکے ہوئے تھے اور طبیعت بھی متاثر تھی۔ خصوصی احباب مولانا انعام الحسن اور مولانا مفتی زین العابدین بھی ہم نشین تھے۔ مولانا مرحوم نے طبیعت کی خرابی کا ذکر فرمایا، محترم مفتی زین العابدین سے فرمانے لگے۔ مفتی صاحب! یہ سینے کا درد ایک عرصہ سے چل رہا ہے، یہ معالج حضرات اس کا علاج نہیں کر پا رہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا حضرت! اس سے پہلے تو آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ پھر مفتی صاحب قریب بیٹھے ہوئے حکیم صاحب سے فرمانے لگے حکیم صاحب! اس درد کے بارے میں کیا رائے ہے! حکیم صاحب نے فرمایا تبخیر کی وجہ سے درد ہے ابھی کھانے کے بعد دوا دے دی جائے گی یہ شکایت انشاء اللہ العزیز دور ہو جائیگی مولانا رحمۃ الرحمۃ فرمانے لگے۔

مفتی صاحب! میری تشخیص بھی سنیئے۔ مفتی صاحب اور دوسرے احباب متوجہ ہوئے مولانا نے فرمایا، جب مجھے یہ درد پریشان کرتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں سپاری بکثرت کھاتا ہوں، سپاری کے کچھ ٹکڑے اوپر آ گئے ہیں تو میں پانی کا ایک گلاس پی لیتا ہوں۔ اس سے افاقہ نہیں ہوتا تو میں ایک گلاس اور پی لیتا ہوں، درد موقوف ہو جاتا ہے تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اوپر چڑھے سپاری کے ٹکڑے نیچے چلے گئے ہیں۔ مولانا یہ سب کچھ ازراہ تفنن فرما رہے تھے اور احباب بھی گفتگو میں اس اعتبار سے شریک تھے۔

اس مرحلے پر مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا حضرت! اب عمر پچاس کو پہنچ چلی۔ اب آپ کو محتاط رہنا چاہیئے بے وقت کھانا، طویل ترین تقاریر اور بے وقت سونا۔ اب ان امور میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے انتہائی سنجیدگی سے فرمایا۔ "اب تو منزل طے ہو چکی"۔

مولانا انعام الحسن:۔ ابھی تو مشرقی طاقتوں میں جنگ کرانا ہے۔ اس کے بعد اسلام کے چمکنے کا زمانہ آئے گا۔ ابھی تو صرف بات سمجھائی جا رہی ہے۔

مولانا محمد یوسف رح:۔ پالیسی طے ہو چکی۔ اب تو دوسرے عمل کریں۔

مولانا انعام الحسن:۔ عمر اگر مشورے سے طے کرنا ہو تو کر لیجئے۔

مولانا محمد یوسف رح:۔ حضرت والد علیہ الرحمۃ کی عمر کتنی تھی۔

مولانا انعام الحسن:۔ ۶۲ برس

مولانا محمد یوسف رح:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکرؓ کی عمر؟

مولانا انعام الحسن:۔ ۶۳ سال

اس پر مولانا علیہ الرحمۃ فرمانے لگے "اچھا چلیں" لوگ انتظار کر رہے ہیں کچھ کہہ دیں۔ یہ فرمایا اور مسجد کی جانب چل دیئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطاب شروع فرما دیا۔

اس خطاب میں معمول سے زیادہ وضاحت تھی اور باتیں ایسی فرما رہے تھے جو آج ہی نہیں، اس دعوت کے راہنماؤں کے لئے طویل مدت تک کام آنے والی ہیں۔

آپ نے آغاز میں "صفات الٰہیہ" پر یقین اور عبادت میں حالت احسان پیدا کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ اگر نماز وہ نماز ہو جو اللہ کو سامنے دیکھتے ہوئے ادا کی جائے تو اس نماز سے وہ سب کچھ ملتا ہے جس کے لئے انسان نہ جانے کیا کچھ کرتا ہے آپ نے یہ واقعہ اسی ضمن میں ارشاد فرمایا۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ غلے سے لدے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہوگا۔ اس غلے سے اعلیٰ ترین انتظام کیا، ایک وقت میں دس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، اسی دوران ایک شخص نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے اس صحابی سے فرمایا۔ عمر سے کہو تمہیں کیا ہو گیا؟ تم تو بہت عقل مند تھے۔

یہ خواب حضرت عمر فاروق کو سنایا گیا۔ تعبیر سمجھ میں نہ آئی لوگوں سے پوچھتے رہے کہ بتاؤ مجھ میں کون سی تبدیلی واقع ہوئی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے! ایک شخص نے کہا۔ بات صرف اتنی ہے کہ عمر کی نماز حقیقی اور بنی ہوئی نماز تھی، دعا قبول ہوتی ہے تو اسے چھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت عمر فاروق نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کی تو بادلوں کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ دعا جاری رہی بادل اٹھے اور انہیں میں سے آواز آئی الغوث یا ابا حفص (ابوحفص! عمر! تم نے جو مدد طلب کی تھی) یہ مدد آ گئی ہے۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرما رہے تھے۔

اگر تم نے اپنی دکان میں، اپنے کاروبار اور اپنے طور طریقوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو داخل کر لیا اور سب کچھ حضور کے طریقے پر کیا تو اس طریقے سے بنایا ہوا جھونپڑا۔ مشرکین و کفار کی ڈھائی لاکھ سے بنی ہوئی کوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھر کا نقشہ میں حضور کے طریقے پر عمل کیا تو تمہارے جھونپڑے کو راکٹ نہیں توڑ سکے گا۔ حضور کے طور طریقوں کی وجہ سے تمہارا یہ جھونپڑا قیمتی ہے" جو تم نے بے قیمت مٹی سے بنایا، یہ قیمتی کیسے بنی اس مٹی کی تو کوئی قیمت نہیں۔ یہ تو بے قیمت ہی ہے۔ قیمت تو حضورؐ کے طریقوں کی ہے۔ اگر ساتوں آسمان و زمین کو مٹی ہوا اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے تو حضور کے طریقے پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی جگہ کے برابر نہیں اور یقین کرو کہ حضور کی معاشرت سے خدا تعالیٰ ملے گا۔ حالات درست ہوں گے اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستے پر معاشرت اٹھاؤ گے

تو حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اس قسم کے مؤثر و دلنشین ہونے والے جملوں سے بھرپور تقریر ختم کی، حسب معمول، جماعت کی تشکیل کی۔ اس کے بعد عبدالمجید پوری صاحب کے صاحبزادے کا نکاح ہوا اور خلاف معمول آپ نے مختصر دعا فرمائی اور مسجد بلال پارک سے متصل رہائشگاہ کی جانب چل دیئے۔

دل کا حملہ

احاطہ مکان میں داخل ہوئے تو غش کھاکر گر پڑے، احباب نے اٹھایا اور چارپائی پرلٹا دیا محترم احسان صاحب بھاگے ہوئے مسجد میں آئے اور مفتی زین العابدین سے کہا کہ حضرت جی کو غشی ہوگئی ہے۔ کسی کو لائیے۔ مفتی صاحب حکیم احمد حسن صاحب کو لے کر فوراً پہنچے۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو انتہائی کمزور ہو چکی تھی، انہوں نے فوراً جیب سے جواہر مہرہ کی شیشی نکالی۔ مفتی صاحب دودھ لائے تو اس میں جواہر مہرہ حل کر کے حضرت کے منہ میں چمچ ڈالا۔ آپ نے لے لیا تو تین چمچ دودھ اور ڈالا۔ اس سے تھوڑی دیر بعد نبض بحال ہو گئی۔ مگر تقریباً ½ گھنٹے بعد پسینہ آنے لگا۔ حکیم صاحب نے پھر نبض دیکھی اور محترم قریشی صاحب (امیر جماعت تبلیغ مغربی پاکستان) نے کہا کہ وٹامن بی کا انجکشن لگانا چاہیئے۔ قریشی صاحب نے کہا کہ اگر یہ علاج کرنا ہے تو ہم ڈاکٹر صاحب کو بلاتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر محمد اسلم صاحب اور حاجی محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری لاہور) گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کو لے آئے، انہوں نے معائنہ کیا انجکشن اور کچھ دوسری دوائیں تجویز کیں۔

عشاء کی نماز ادا کی گئی

ان دواؤں کے استعمال کے بعد دیکھا کہ اجابت کپڑوں میں ہی ہوگئی ہے۔ طہارت اور تیمم کے بعد عشاء کی نماز پڑھوائی گئی۔ نماز کے بعد جملہ احباب آپ کے پاس ہی رہے تقریباً پونے تین بجے نیند آ گئی تو اکثر خدام کمرے سے باہر چلے گئے۔

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھلی تو فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا! مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، حضرت ہاں! آپ نے فرمایا کیا وضو کرائیں گے؟ مفتی صاحب نے فرمایا، نہیں تیمم! مولانا علیہ الرحمۃ نے پوچھا، کیا نماز بیٹھ کر ادا کروں؟ مفتی صاحب نے کہا۔ نہیں حضرت صرف اشارے سے! چنانچہ یہ نماز اشارے سے ادا ہوئی۔ نماز کے بعد مولانا صاحبؒ نے فرمایا "چائے پلاؤ گے"۔

مفتی صاحب نے عرض کیا "حضرت جی چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر اور سو جائیں پھر چائے پئیں گے" تو فرمایا "میرا بھی جی سونے کو چاہتا ہے" چنانچہ آپ سو گئے۔

مفتی صاحب سات بجے آئے تو حضرت مرحوم گہری نیند سو رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے وہ باہر بیٹھ گئے حکیم احمد حسن صاحب اور قریشی صاحب بھی تشریف لائے اور باہر ہی بیٹھ گئے سوا سات بجے بیدار ہوئے۔ یہ تینوں حضرات، آپؒ کے پاس بیٹھ گئے۔

مولانا علیہ الرحمۃ:- "(مفتی زین العابدین سے مخاطب ہوکر) رات کیا ہوا تھا"

مفتی صاحب:- "حضرت چکر آ گیا تھا!"

مولاناؒ:- (حکیم احمد حسن سے مخاطب ہوکر) "میری نبض دیکھیئے!" انہوں نے نبض دیکھی اور کہا۔ الحمد اللہ، اب تو ٹھیک ہے!" مولاناؒ نے حکیم صاحب سے پوچھا "رات کیا ہوا تھا؟"

حکیم احمد حسن صاحب:- "دل کا دورہ تھا!"

مولانا نے مفتی صاحب کی طرف دیکھا تو مفتی صاحب آگے بڑھے۔

میرے تو دل ہی نہیں ہے

مفتی صاحب:- (مفتی صاحب نے حضرت کے ہاتھ پر اپنا منہ رکھا اور عرض کیا) "حضرت، ان حکیموں، ڈاکٹروں کو دل کے حال کا کیا پتہ؟ دل کا حال تو دل بنانے والا جانے، یا دل والا جانے!"

مولانا علیہ الرحمۃ:- (اس پر ہنسے اور فرمایا) "ٹھیک ہے اور میرے تو دل ہی نہیں۔ فکر کی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

قریشی صاحب:- "حضرت! ڈاکٹر صاحب کو بلایا ہے وہ آکر تفصیلی معائنہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ رات کیا ہوا تھا"

مولانا علیہ الرحمۃ:- آپ یہ اس لئے کہہ رہے ہوں گے کہ مجھے فکر نہ لگ جائے، جہاں اور سب دورے پڑتے رہے ایک دورہ یہ بھی پڑ گیا، یہ کوئی فکر کی بات نہیں، فکر کی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

"ہر طرف جماعتیں بھیج دو!"

اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ نے رفقا سے پوچھا کہ "کیا جماعتیں رخصت کر دی ہیں؟"

آپؒ کو بتایا گیا کہ "ہاں تمام جماعتیں رخصت کر دی گئی ہیں" مولانا علیہ الرحمۃ نے فرمایا "ہر طرف جماعتیں بھیج دو! حضرت عمرؓ نے یہی فرمایا تھا"

مولانا مفتی زین العابدین کے [illegible] یہ ہے:-

"اس وقت حضرت مرحوم ہشاش بشاش تھے۔ نہ چہرے پر بیماری کے آثار اور نہ آواز میں نقاہت تھی۔ میں نے عرض کیا حضرت چائے لائیں؟ فرمایا ہاں! چنانچہ چائے کی دو پیالیاں لیٹے لیٹے، ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق، چھوٹی چائے دانی سے پلائی گئیں چائے کے بعد حضرت فرمانے لگے کیا پان کھلاؤ گے؟ میں نے عرض کیا۔ ضرور کھلائیں گے، میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پان مانگا، انہوں نے فرمایا۔ آج چھالیہ اور تمباکو معمول سے کم دینا ہے اور دونوں چیزیں کم ڈالیں، قاری عبدالرشید صاحبؒ نے مجھ سے پان لیا۔ کہ میں توڑ تاڑ کے منہ میں رکھوں گا، جب یہ پان لے کر حاضر ہوئے تو فرمایا، دکھلاؤ اور فرمایا تمباکو کم کرو، انہوں نے کم کیا پھر فرمایا اور کم کرو، تو اور کم کیا، اس کے بعد پان کھالیا اور غالب خیال یہی ہے کہ یہ آخری پان تھا"

مولوی الیاس صاحب کا بیان بتوسط مفتی صاحب یوں پہنچا ہے کہ۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا۔ حضرت آرام فرما لیں چلہ بھر کی سندیں جمع ہیں، کچھ تلافی ہو جائے، اور ہم کھڑے ہو گئے، اس وقت قریشی صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا آج جانا بھی ہے تو میں نے عرض کیا۔ حضرت انشاء اللہ جائیں گے اور اپنے گھر جانا ہے، جب جی چاہے گا چلے جائیں گے، اس پر قاری عبدالرشید صاحب سے پوچھا تیری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت جانا ہے، مگر آج نہیں، تو فرمایا، دونوں طرف والے پریشان ہوں گے (مراد سہارنپور اور دہلی تھی) قریشی صاحب نے عرض کی۔ کہ حضرت فون سے اطلاع کر دیتے ہیں فرمایا۔ بہت اچھا (اور ہم دونوں جگہ صبح ہی تار سے اطلاع دے چکے تھے) اور احسان سے کہا۔ تیل لگا دو۔ وہ تیل لگانے لگے، ہم باہر چلے گئے، ساڑھے آٹھ بجے، ڈاکٹر اسلم کا فون آیا کہ کرنل صاحب ایک گھنٹہ تک آ سکیں گے۔ مگر وہ تقریباً گیارہ بجے آئے اور آ کر تفصیلی معائنہ کیا اور حضرت سے پوچھا، حضرت آپ کیا کھائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا۔ جو آپ فرمائیں گے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ جی بہت خوش ہوا۔ یہ ہمارا کام ہے اور مریض اگر ہماری رائے پر چلے تو ہمیں علاج میں سہولت ہوتی ہے، اچھا یہ ہے کہ پیشاب بھی لیٹے ہوئے کریں۔ ورنہ کوئی اٹھا دے اور چارپائی پر پیشاب کیا جائے۔ کروٹ خود نہ لیں، یہاں تک کہ اگر چادر اوپر سرکانی ہو تو کوئی اور سرکائے۔ خود نہ ہلیں اور غذا کم کھائیں۔ مگر بار بار کھائیں تاکہ غذائیت پوری ہو اور معدہ پر بوجھ نہ ہو، جو کچھ کھانا ہے وہ ان ساتھیوں کو بتا دوں گا۔

ڈاکٹر صاحب باہر آ گئے، باہر آکر انہوں نے ہمیں کھانے نہ کھانے کی چیزیں بتا دیں۔ اسی وقت قریشی صاحب نے پوچھا کہ "حضرت پر جانے کا بھی تقاضا ہے، کب تک اندازہ ہے"، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پندرہ دن سے پہلے سفر میرے لکھے پڑھے میں نہیں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مکان سے باہر آ گئے۔ میں نے عرض کیا، کیا اندازہ ہے، مرض اور صحت کے متعلق

تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ اس سے بچ جانا میرے لکھے پڑھے میں نہیں ہے اور اس کی ریپیئر بھی اتنی ہی عجیب ہے اور یہ ریپیئر یونہی چلی تو انشاء اللہ پھر یہ دورہ کبھی نہ ہوگا۔ مگر تین دن انتہائی احتیاط کے ہیں، ڈاکٹر صاحب روانہ ہو گئے۔ ہم اندر آگئے تو حضرت نے پوچھا، کیا کہتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا الحمدللہ، بہت مطمئن ہیں اور توس ہلکا سا مکھن، چائے زیادہ دودھ کی، کنو سنگترہ، کیلا، شوربہ یخنی، سبزی وغیرہ کھانے کو بتلایا ہے، انڈہ، گوشت چند دن منع ہے۔ اس پر فرمایا چائے پلا دو، قریشی صاحب نے توس پر ہلکا سا مکھن لگا کر کھلایا، چائے پلائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ حضرت آرام فرمائیں، اور ہم اٹھ کر چلے گئے۔

زکوٰۃ ادا کر دیجئے

اس حملہ کے ہونے کے معاً بعد، حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا کہ "امانی الاحبار" (مولانا مرحوم کی تصنیف) پر جو رقم لگی ہوئی ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر دیجئے۔" مولانا انعام الحسن نے کہا "حضرت بہت اچھا" ساتھ ہی کہا "حضرت میں آپ کے ساتھ رہا ہوں معاف فرما دیجئے۔" آپ نے فرمایا "معاف کیا"

مرض کا آخری اور جان لیوا حملہ

ناشتہ کے بعد حضرت مرحوم و مغفور آرام فرمانے لگے۔ نیند آگئی ۱۲ بجے مفتی زین العابدین صاحب اندر تشریف لے گئے تو آپ آرام رہے تھے، مفتی صاحب ڈاکٹر کرنل عنایت اللہ صاحب کی رائے سننے کے بعد، شدید تشویش محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خطبہ جمعہ سے پہلے احباب کو اس جانب متوجہ کیا کہ یہ علاج معالجہ تو ظاہری تدابیر ہیں، مومن کی حقیقی تدبیر تو زندگی بخشنے والے اور صحت عطا فرمانے والے رب سے دعا ہے حضرت کی حالت تشویش سے خالی نہیں، خوب خوب دعائیں کی جائیں، جو وسیلہ دعا منظور کرانے کا ہے وہ اختیار کیا جائے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ذرائع کو قبولیتِ دعا کے لئے مؤثر فرمایا ہے وہ سب اختیار کئے جائیں، صدقات کئے جائیں، روزے رکھے جائیں، رو رو کر دعائیں کی جائیں۔

اس تلقین کے بعد مفتی صاحب نے خطبہ جمعہ شروع کیا، دوسرے خطبہ کے آخر میں آواز آئی کہ مفتی صاحب اور قاضی (عبدالقادر) صاحب کو حضرت بلا رہے ہیں قاضی صاحب تو اٹھ کر چلے گئے، مفتی صاحب نے خطبہ ختم کیا اور نماز پڑھائی، ابھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے، کہ پھر آواز آئی، کہ مفتی صاحب جلدی آئیں، چنانچہ مفتی صاحب فوراً بھاگے کمرے میں پہنچے تو حالت خطرناک تھی۔

مفتی صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کو ہسپتال جانے پر مشورہ کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت نے ان حضرات کی جانب دیکھا اور قدرے بلند آواز سے کہا:-

لا الٰه اِلاَّ الله، الحمد لله الَّذی انجز وعدہٗ
"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ محمدٌ رسول الله،
الله اَکبَرُ، اللهُ اَکبر، الحمد
لله الذی انجز وعدہٗ و سفر
عبدہٗ و هزم الاحزاب وعدہٗ
لا شی قبله ولا بعدہ لا شی قبله
ولا بعد لا شی قبله ولا بعدہٗ"

ہسپتال میں تو عورتیں ہونگی

مفتی صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔ سانس ٹھیک نہیں آ رہی، اس پر مفتی صاحب نے مولانا انعام الحسن صاحب سے کہا کہ حضرت اگر اس وقت آپ کو ہسپتال لے چلتے تو اچھا تھا۔ حضرت مرحوم نے اس پر فرمایا کہ وہاں تو عورتیں ہوں گی۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت! وہاں عورتیں بالکل نہیں ہوں گی، ہمارے کمرے میں کوئی عورت نہیں آئے گی۔ حضرت مرحوم اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور منکرات و فواحش سے حقیقی نفرت سے بھرپور جذبے کے ساتھ فرمایا:-

"کیا اس کا انتظام ہو جائے گا؟"

مفتی صاحب نے کہا کہ حضرت اس کا انتظام انشاء اللہ یقیناً ہو جائے گا۔ جب اللہ کے اس مخلص اور اطاعت شعار بندے کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کا کمرہ نرسوں سے پاک ہوگا اور وہ اس شدید مجبوری کے عالم میں، محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس منکر سے محفوظ رہیں گے تو آپ ہسپتال تشریف لے جانے پر راضی ہو گئے اور فرمایا۔ کہ لنگی کی جگہ پاجامہ پہنا دو۔ چنانچہ پاجامہ پہنا دیا گیا۔

ہم تو چلے

بعجلت تمام، اس داعی الی اللہ کو کار پر لٹا کر ہسپتال پہنچانے کے لئے چلے مفتی صاحب ہسپتال میں انتظامات کی خاطر دوسری گاڑی میں روانہ ہو گئے، حضرت مرحوم کے ساتھ قریشی صاحب، مولوی الیاس صاحب اور چند دوسرے حضرات تھے۔

کہ حضرت مرحومؒ پہلے تو صبح شام کی مسنون دعائیں اونچی آواز سے پڑھتے رہے پھر آواز دھیمی ہوئی اور آخرکار صرف ہونٹ ہل رہے تھے آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اسی اثنا میں آپ نے دریافت فرمایا کہ "تمہارا ہسپتال کتنی دور ہے؟ قریشی صاحب نے جواب دیا، حضرت! تقریباً دو فرلانگ!" اس پر آپؒ نے فرمایا "اچھا پھر ہم تو چلے" یہ آخری جملہ تھا۔ جو احباب نے سنا، اس کے بعد ہونٹ ہلتے رہے اور محسوس ہو رہا تھا کہ آپؒ دعائیں پڑھ رہے ہیں۔

بطلِ جلیل اللہ کے حضور

محترم زین العابدین اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:-
"ہسپتال پہنچنے پر میں نے دیکھا، منہ اور ناک سے ایک جھاگ نکلی ہوئی تھی اور غور سے دیکھا تو ناک کے سانس سے جھاگ ہل رہی تھی، اس کے علاوہ چہرہ آنکھ اور نبض پر آثارِ وفات ظاہر تھے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) دنیا بھر کو سفر کرانے والے نے آج چلتے چلتے جان جہانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اس وقت تین بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ چار بجے نعشِ مبارک کو لے کر واپس بلال پارک آئے۔ دفن کے متعلق مشورہ ہوا، طے پایا کہ حضرت شیخ سے پوچھا جائے۔ ساڑھے چار بجے سہارنپور بات ہوئی، صابری صاحب خود نہ تھے، ان کے آدمی کو پیغام دیا کہ حضرت شیخ سے عرض کریں۔ حضرت جیؒ کا وقتِ موعود آ چکا۔ دفن کہاں کیا جائے؟ اور اس سے تاکیداً کہا کہ ہم ساڑھے پانچ بجے پوچھیں گے، تم جواب لے کر فون پر رہنا۔ چنانچہ ساڑھے پانچ بجے جواب ملا۔ کہ نظام الدین لانا ہے، آپ کی سعی کی ہر مرحلہ امید نے آسان کیا اور ۱۲ بجے چارٹر جہاز نظام الدین روانہ ہوا۔ اور زندگی بھر کے اس مسافر نے ایک سفر موت کے بعد بھی کر ڈالا اور پوری دنیا کے انسان اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو گئے، ہسپتال میں وفات کے وقت یہ دو جملے بار بار میرے ذہن و زبان پر آتے تھے "موت العالِم موت العالَم" اور ھو تو

اعلیٰ مامات علیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دلی سے آمدہ اطلاعات کے مطابق، حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ کا جنازہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نے پڑھا اور آپ کو بروز ہفتہ ۳ ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ (۳ اپریل ۱۹۶۵ء) ساڑھے نو بجے صبح، آپ کے جلیل القدر والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ برد اللہ مضجعہ و نور مرقدہٗ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

(بشکریہ المنبر)

بقیہ خطبہ

مسلمانوں کی اکثریت گمراہ ہو چکی ہے،

مندرجہ بالا شواہد پر غور کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی زبوں حالی، پستی اور ذلت و خواری کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے نبیوں والا راستہ ترک کر دیا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والی لائن سے بھٹک گئے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ عالم اسلام پر نکبت و ادبار کی گھٹائیں ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ اور قرآن کریم کی تعلیمات سے غفلت کا بدیہی ثمرہ ہیں۔

برادران اسلام

کس قدر شرم و غیرت کا مقام ہے کہ مسلمان دین سے قطعی بے بہرہ ہو چکا ہے۔ اور نبیوں والا طریق چھوڑ چکا ہے آج کا نوجوان علماء پر تو اعتراض کرتا ہے۔ عالم غیب کے واقعات سن کر اس کے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، مذہبی خیالات و اعتقادات کو وہ دقیانوسی قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ کے بندوں کی باتوں میں اسے کوئی معقولیت نظر نہیں آتی اور وہ ان کا ٹھٹھا مذاق اڑانے میں ہی اپنی کامیابی خیال کرتا ہے۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ وہ اس دور کی بے حیائیوں اور خرافات کا قلع قمع کرتا اور مخلوق کے بنائے ہوئے تمام راستوں سے ہٹ کر خالق کے بتائے راستے پر چلتا لیکن

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اب معاملہ ہی الٹا ہے۔ مذہب قصہ پارینہ ہو چکا ہے۔ اس دور میں مذہبی باتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ مگر شراب عام طور سے فروخت ہو سکتی ہے۔ بازاری عورتیں اپنی عصمت کا بھاؤ علی الاعلان کر سکتی ہیں۔ نہتے انسانوں پر بمباری جائز ہے؟ نسل انسانی کو تباہ کرنے والے آلات۔ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، میزائلیں اور راکٹ تیار کئے جا سکتے ہیں۔ کروڑوں انسانوں پر ان کی مرضی کے خلاف حکومت کی جا سکتی ہے۔ ہر قسم کی بے ایمانی، بدتہذیبی اور سخت گیری جائز ہے۔ لیکن خدا کے مقدس بندوں کی تعلیم کے لئے، نبیوں والے طریقے کے لئے یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ ایک اجنبی مرد ایک اجنبی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈال کر ناچ سکتا ہے مگر خدائی تہذیب کے لئے تمام دروازے بند ہیں۔

اٹل قانون

لیکن یہ یاد رکھو کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ خدائی تہذیب ہمیشہ باقی رہے گی۔ جس طرح ماضی میں خدا کے قانون نے اپنی انقلاب آفرین تعلیمات سے دنیا کی کایا پلٹ دی تھی۔ اسی طرح آج بھی یہ دنیا کی کایا پلٹ سکتا ہے اور ذہنی و فکری انقلاب برپا کرکے دل و دماغ کی دنیا بدلنے پر قدرت رکھتا ہے۔

مگر

اس کے لئے محنت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر قربانی اور محنت نہ ہو تو یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اور دعوت الی الحق کے پروگرام کو عالمگیر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقے پر چلے اور اس قربان گاہ پر اپنی جان کی بھینٹ دینے کے لئے تیار ہو جائے۔ کیونکہ اس راہ میں سنگلاخ منزلیں طے کرنا پڑیں گی، مشکلات و مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ امتحان دینا ہوں گے۔ مال و اولاد کی محبت سے مقابلہ ہو گا۔ اپنوں بیگانوں کی باتیں سہنا پڑیں گی۔ اور ہر قدم پر اس شعر کی تفسیر بننا پڑے گا۔

ترک مال و ترک جان و ترک سر
در طریق عشق اوّل منزل است

اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت الی الحق کے ہتھیاروں سے لیس فرمائے اور اس تحریک سے عالمگیر انقلاب برپا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

بقیہ اداریہ

۴۲ صفحات پر مشتمل یہ نمبر صرف ۱۲ آنے میں محض تبلیغی مقاصد کے لئے ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسے کتابی صورت میں شائع کیا جاتا تو یہ تقریباً تین سو صفحے کی کتاب بنتی جس کی قیمت کم از کم ۵ روپے ضرور ہوتی۔ ظاہر ہے اس میں بھی خدام الدین نے کوئی دنیوی منفعت پیش نظر نہیں رکھی۔ مزید برآں موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھا جائے تو تقریر پر تحریر کی فوقیت مسلّم ہے۔ تقریر وقتی فائدے کی چیز ہے اور تحریر کے اثرات دیرپا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی گوناگوں اور بے حد و حساب تبلیغی مصروفیات کے باوجود حیات الصحابہ اور امانی الاحبار جیسی ضخیم کتب تصنیف کرکے عصر حاضر کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا اور ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ ان کا یہ فیضان رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی تصانیف اور تبلیغی نصاب اس حقیقت کا واضح اعلان ہیں کہ دین پر محنت کے ساتھ ساتھ وہ سوتے بھی خشک نہ ہونے چاہئیں جن کے راستے علم آیا اور عمل کی راہیں پیدا ہوئیں اور ظاہر ہے کہ اگر علم نہ ہو تو عمل کیونکر ہو سکتا ہے بہرحال ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کی افادیت کے قائل تھے اور تحریر کو تبلیغ کا ایک جزو خیال کرتے تھے۔

خود راقم الحروف سے آخری ملاقات کے دوران جون کے وصال سے صرف دو دن پہلے بلال پارک میں ہوئی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبیداللہ ملتانی کی موجودگی میں راقم الحروف سے پرجوش اور محبت بھرا معانقہ فرمایا اور خدام الدین کی دینی خدمت اور افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے لئے دعائیہ الفاظ کہے۔ جس سے اُن کے دل کی گہرائیوں میں خدام الدین سے محبت اور حضرت امام الاولیاء لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا جذبہ صاف طور پر نمایاں تھا۔

آخر میں ہم حضرات قارئین سے یہ گزارش کریں گے کہ خدام الدین تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے سلسلے میں ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اکابر کی راہ پر چلتے ہوئے اس کی سرپرستی فرمائیں۔ اور یہ جان لیں کہ اس کی آواز آپ ہی کی آواز ہے۔

ادارہ خدام الدین دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے درجاتِ عالیہ کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ: مجاہدِ کبیر

بڑی حد تک کم کیا ایک تو محب مکرم مولانا مفتی زین العابدین صاحب کی شخصیت اور اس عنوان پر ان کے احساسات نے اور دوسرا سہارا اس پریشانی کو مغلوب کرنے کے لیے بیسر آیا۔ مولانا محمد یوسف (یرحمہ اللہ مغفیہا) کی چند مختصر صحبتوں اور چند مفصل خطابات کے سننے سے مولانا علیہ الرحمۃ ان تمام نفسیاتی امراض سے کما حقہٗ آگاہ تھے جو تبلیغی جماعت کی طرح پھیلنے والی جماعتوں اور داعی و مبلغ کی حیثیت سے دوسروں کو نصیحت اور تبلیغ کرنے والے افراد میں پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ مولینا رائے ونڈ کے اجتماعات میں خصوصیت سے، دنیا کی محبت، شہرت کی ہوس دین کے نام پر کام کرنے والوں کی طمع و حرص اور آپس میں مسابقت منافست اور بالآخر مشاجرت و نفاق اور اسی طرح نمازوں کا اہتمام کرنے والوں میں، عُجب و نفس بے جا زعم، اپنے کام پر فخر اور اسی قسم کے دوسرے عنوانات بڑی وضاحت سے بیان فرماتے، بڑے موثر اور مدلل انداز میں فرماتے اور حق یہ ہے کہ ایک ایسے قائد کی حیثیت سے فرماتے جو ایک جانب تو کام کی توسیع کے لیے اپنی توانائیوں کو داؤں پر لگانے کا فیصلہ کر چکا ہو اور دوسری طرف وہ اس غم سے پگھلا جا رہا ہو کہ جو قافلہ وہ تیار کر رہا ہے کہیں وہ ان بیماریوں کا شکار نہ ہو جائے جو اس سے پہلے اس قسم کے قافلوں کو نا کام و نامراد بنانے کا باعث بن چکی ہیں۔

اللہ کی راہ میں بے پناہ محبت، اپنی دنیا سے یکسر غافل ہو کر، ہمہ وقت دین کا فکر اور امت کی بہی خواہی کا کرب رکھنے والا یہ انسان، اس دنیا میں بلاشبہ اللہ کی ایک حجت تھا اور اللہ وہاب حقیقی نے اپنے اس بندے کو بیک وقت، قول، عمل، قلبی نور، ایمان و یقین اور جہاد و اجتہاد ہر قسم کی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ سفر و حضر میں یکساں رہتا تھا، نوافل ذکر، دعا، خطاب، گفتگو، غرض ہر کام میں وہ دوسروں پر فائق رہتا تھا اور بیسیوں اہل علم و اصحاب رشد گواہ ہیں کہ جس غیرت و جوش ایمانی سے ہزاروں انسانوں کو اپنے رب کی جانب، دین کی عظمت رفتہ کو واپس لانے اور امت کی اصلاح و بہبود کے لیے جد و جہد کرنے کی دعوت دیتا تھا، وہ جب خلوت میں اپنے رب سے مناجات کرتا اور جب اسے اپنے رب کے گھر میں حاضری کا موقع ملتا، تو وہ غلاف کعبہ کو ہاتھ میں تھامے، بچوں کی طرح بلبلاتا، روتا، "یا رب البیت یا رب البیت" کہہ کر، ڈھاہیں مار مار کر روتا اور اس انداز سے کرتا کہ سننے دیکھنے والوں کو اس کی آہ و زاری پر ترس آنے لگتا۔

آہ! ہم اس عظیم المرتبت، داعی اور رفیع المنزلت مجاہد سے، اس کی معرفت بھری تقریروں سے اور اس آہ سحرگاہی اور بیت اللہ کے دروازے پر رو رو کر اس کے دعا کرنے کی برکت و رحمت سے محروم ہو گئے، یقیناً آج، مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ مستحق ہیں، کہ ملت کے کروڑوں افراد ان سے اظہار ہمدردی کریں کہ اس پیرانہ سالی میں انہیں یہ عظیم صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ آج حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نفعنا اللہ بطول حیوتہ لائق تعزیت ہیں کہ ان کا قابلِ فخر داماد اس دنیا سے . . . رخصت ہو گیا اور آپ کو اس ضعیفی کے عالم میں ان کی جدائیگی کا زخم سہنا پڑا۔ آج، مولانا محمد ہارون، بلاشبہ مستحق ہیں کہ ان کے بلند مرتبہ باپ کی رحلت پر ان سے تعزیت کی جائے۔ اور ان سے قلبی ہمدردی کا اظہار کیا جائے، لیکن حق یہ بھی ہے کہ آج ہر وہ شخص ان تینوں شخصیتوں کی طرح تعزیت کا مستحق ہے جس نے مرحوم کو پہچانا، ان سے محض اللہ کے لئے لگاؤ پیدا ہوا اور اس دورِ زوال میں اس نے مرحوم و مغفور مولانا محمد یوسف کو اسلام کی خدمت کے لئے قابلِ اعتماد پایا۔

مولانا کی رحلت اگر صدمہ ہے تو سب مسلمانوں کے لئے اگر نقصان ہے تو پوری امت کا۔
(اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ)

بقیہ: ایک سراپا داعی

معتقدین اردگرد کے دیہاتوں سے شہر کے دفتروں اور بازاروں سے صرف زیارت کے لیے صبح سے اسٹیشن پر جمع ہونے لگے۔ بارہ بجے تک ہزاروں آدمیوں کا مجمع پلیٹ فارم پر جمع ہو گیا۔ حضرت کی تربیت کا ایک پہلو بڑا نمایاں تھا کہ نہ کسی کے ہاتھ میں پھول تھے نہ ہار نہ گولے نہ پٹاخے نہ کوئی استقبالیہ کمیٹی نہ کوئی سپاسنامہ۔ نہ نعرے نہ زندہ باد کا شور۔ یہ سب چیزیں تو نہ تھیں لیکن آنے والوں میں سے ہر ایک کا دل حضرت کی عقیدت سے مخمور تھا۔ یہ منظر دیکھ کر اسٹیشن کے عملے کو بھی اشتیاق ہوا کہ اللہ کے اس نیک بندے کی زیارت کی جائے جس کی کشش کا عالم وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ گاڑی آئی اور پلیٹ فارم پر کھڑی ہو گئی۔ حضرت جی کا سیدھا سادا لباس گرد سے اٹا پڑا تھا۔ داڑھی کے بال پریشان تھے۔ چہرہ غبار آلود تھا۔ اور تھرڈ کلاس کے ڈبے میں جماعت والوں کے درمیان بے تکلفی سے تشریف فرما تھے۔ میں نے ریلوے کے کئی صاحبان کو جو اپنے لباس شخصیت اور وقار سے بڑے افسر معلوم ہوتے تھے لوگوں سے پوچھتے سنا کہ وہ پیر صاحب کون سے ہیں جن کی خاطر یہ مجمع آیا ہوا ہے۔ جب اشارے سے بتایا گیا تو وہ حضرت کی سادگی اور بے نفسی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کی دلی کیفیت کے جو اثرات میں نے ان کے چہروں پر دیکھے وہ ایسے تھے کہ اگر ہزار سجاوٹوں کے ساتھ استقبال ہوتا اور ہزاروں کے قیمتی لباس میں حضرت فسٹ کلاس میں سفر کرتے تو ان پڑھے لکھے لوگوں پر شاید وہ اثر نہ ہوتا۔ خدا کرے حاملین دین میں یہ سادگی عام ہو جائے!!

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

گوجرانوالہ: صوفی محمد علی صاحب متعلم مدرسہ امینیہ جامع مسجد۔
جھنگ: میں شیخ محمد حسین صاحب بک سیلر جھنگ صدر۔
ہوتی مردان: عبدالمالک صاحب رسالہ فروش۔
کوئٹہ: ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ایم بی بی ایس مسجد روڈ۔
مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہوانی مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ۔
سے حاصل کریں

یا آسفاً علیٰ یوسفؒ

جناب ماسٹر غلام سرور خاں سرور میواتی دواہگہ، ہیڈ ماسٹر واہگہ مڈل سکول

ہر طرف چھائی ہوئی ہے بیکسی میوات پر
غم ہے طاری ارضِ پاک و ہند کے ذرات پر

ظلمتیں سی ہیں ہویدا اوجِ انوارات پر
ہے عجب رقت سی طاری ساری موجودات پر

عالمِ اسلام کو تھا ناز جس کی ذات پر
جا رہی ہے اس کی میت دوشِ مخلوقات پر

رنجِ فرقت میں بہاتی اشک خلقت رہ گئی
کنجِ غم میں سر بہ زانو ہو کے قسمت رہ گئی

ہو گئی گل "شمع" پروانوں کو حسرت رہ گئی
عرصۂ گیتی پہ باقی صرف تربت رہ گئی

کس تمنا پر رہیں اب کس توقع پر جئیں
حشر تک داغِ جدائی دے گئے یوسفؒ ہمیں

جہدِ پیہم نے ترے قطرہ سمندر کر دیا
قلبِ امت نورِ ایماں سے منور کر دیا

اور صلوٰۃؐ و صوم کا لاکھوں کو خوگر کر دیا
علمِ دیںؐ، ذکرِ الٰہی عام گھر گھر کر دیا

مایۂ اکرامِ مسلم صافِ نیتؐ مل گئی
راہِ دیںؐ میں ٹھوکریں کھانے کی دولت مل گئی

بارگاہِ ایزدی میں اب دعا ہے صبح شام
آپ کا قائم رہے تا حشر تبلیغی نظام

ہوں عطا خلدِ بریں میں آپ کو کوثر کے جام
اور مقامِ خاص زیرِ سایۂ خیر الانامؐ

حشر تک فیضانِ تبلیغ آپ کا جاری رہے
بادۂ توحید سے ہر سمت سرشاری رہے

سرورِ خستہ جگر اے پا بہ زنجیرِ الم
دور کر آئینۂ دل سے غبارِ رنج و غم

دیکھ کر چل یوسفؒ و الیاسؒ کے نقشِ قدم
صاف فرمایا انہوں نے بارہا کھا کر قسم

ہر مرض کی ہیں مجرب ادویہ تبلیغ میں
ہے نہاں گنجینۂ لطفِ خدا تبلیغ میں

اثاثے :- تبلیغ کی چھ باتیں جو حضرتؒ اور ان کے مبلغ حضرات اپنی مخصوص دعوت میں رکھتے ہیں

نوحۂ غم

عبدالرحمٰن خاں شاکر دہلوی

امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف کی رحلت پر

یہ کس نے جادۂ منزل دکھا کے چھوڑ دیا
دلوں کو راہ میں بسمل بنا کے چھوڑ دیا

کسی نے خوب یقین و خلوص کا عالم
دل و نظر میں بسایا، بسا کے چھوڑ دیا

ابھی حیات کی تفسیر نامکمل تھی
ادھورا قصۂ ہستی سنا کے چھوڑ دیا

قسم ہے گریۂ یعقوبؑ و ضبطِ یوسفؑ کی
ترے فراق نے سب کو رُلا کے چھوڑ دیا

امیرِ قافلہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو
قریبِ منزلِ مقصود لا کے چھوڑ دیا

وہ اک امید جو وابستہ تیری ذات سے تھی
غضب کیا، اسے حسرت بنا کے چھوڑ دیا

ہر ایک شکلِ زمانہ کو شکلِ دیں کے سوا
مثالِ نقشۂ باطل مٹا کے چھوڑ دیا

ترے ہی سوز نے میوات کی فضاؤں میں
چراغِ رشد و ہدایت جلا کے چھوڑ دیا

کہاں یہ دین پہ محنت کہاں یہ دورِ مگر
ترے خلوص نے آساں بنا کے چھوڑ دیا

خدا کو سونپ چلا اپنی ناخدائی بھی
سفینہ قوم کا لنگر اٹھا کے چھوڑ دیا

وہ بے کسی ہے کہ آنسو بھی خشک ہیں شاکر
غموں نے عرصۂ وحشت میں لا کے چھوڑ دیا

... صفحہ ۵۷ پر

۴ جون ۱۹۶۵ء

فون نمبر ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۴۸۱-۲۷۳ مورخہ ۱۰ ستمبر ۵۶ء
کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۶۷/۹/۳۹-۲۵ DDA مورخہ ۲۲/۸/۶۲

مطبوعہ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا